بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پارہ نمبر:25

علم غیب اللہ تعالیٰ کی ذات کا خاصہ ہے:(47)

مشرکین و کفار انکار کرنے اور استہزاء کرنے کے لیے اکثر آپ ﷺ سے قیامت کے بارے سوال کرتے کہ کب آئے گی؟ یہاں جواب دیا گیا کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اسی طرح پھل کا اپنے شگوفے سے نکلنا، مادہ کو حمل ٹھہرنا، بچے کا پیدا ہونا؛ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے علم میں آئے بغیر وجود میں نہیں آتیں۔

انسان کی فطرت:(51)

اگر انسان کو خوشی کے مواقع میسر ہوں تو تکبر کرتا ہے۔ اگر احوال اچھے نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ انسان کی حالت یہ نہیں ہونی چاہیے بلکہ تکلیف اور خوشی دونوں میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرے۔

قدرت و توحید باری تعالیٰ کی نشانیاں:(53)

اللہ تعالیٰ کائنات (آسمان و زمین) میں اور خود انسانی جسم میں ایسی کئی نشانیاں دکھاتے ہیں جن میں کوئی ادنیٰ عقل و شعور کا آدمی بھی غور کرے تو اس اعتراف پر مجبور ہو گا کہ ان کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے والی کوئی ایسی ذات موجود ہے جس کے علم و قدرت کی کوئی انتہا نہیں۔

سورۃ الشوریٰ

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ میں ذکر ہے کہ اہل ایمان کے معاملات آپس میں مشورہ کے ساتھ

طے پاتے ہیں، اسی وجہ سے اس سورۃ کا نام "شوریٰ" رکھ دیا گیا ہے۔

ملائکہ کی وجہ سے آسمان کا پھٹنا:(5)

ایسے لگتا ہے کہ آسمان اوپر سے پھٹ پڑیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آسمان میں اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے اور اللہ کی عبادت کرنے والے فرشتے اتنی بڑی تعداد میں ہیں کہ یوں لگتا ہے ان کے بوجھ سے آسمان پھٹ پڑے گا۔

رشتہ داری کا لحاظ کرو:(23)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تبلیغ فرماتے تو کفار و مشرکین کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی جاتی اور آپ علیہ السلام کی دعوت کے لیے رکاوٹیں کھڑی کی جاتیں۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اے میرے پیغمبر! آپ ان سے کہیں کہ میں تمہیں جو دعوت دیتا ہوں اس پر پیسے نہیں مانگتا، بس یہ کہتا ہوں کہ رشتہ داری کا خیال کرو۔

مطلب یہ ہے کہ میرے تم پر دو حقوق ہیں:

[1]: پہلا اور اصل حق تو یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تم اس کا اعتراف کرکے میری اطاعت کرو۔

[2]: اگر یہ نہیں کرتے تو کم از کم میرے دوسرے خاندانی حق کی وجہ سے میرا لحاظ کرلو کہ میری بات کو توجہ سے سنو! میں تمہارا آدمی ہوں، میرے راستے میں رکاوٹیں مت ڈالو۔

مصیبت کا سبب:(30)

اکثر و بیشتر تو ایسے ہی ہوتا ہے کہ انسان کو تکلیف اس کے گناہوں کی وجہ سے پہنچتی ہے۔ لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ اس آیت سے وہ شخصیات مستثنیٰ ہیں جن کے گناہ نہیں ہوتے انہیں پھر بھی آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے جیسے انبیاء علیہم السلام، نابالغ

بچے وغیرہ۔ ان پر آزمائش کا آنا گناہوں کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے درجات کو بلند کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

آخرت میں اجر کے مستحقین کی کچھ صفات:(36)

جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے ان لوگوں کے لیے:
جن کے عقیدے ٹھیک ہیں، جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں، جو بڑے بڑے گناہوں سے بچتے ہیں، جب کبھی غصہ ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی بات مانتے ہیں، نماز کی پابندی کرتے ہیں، اپنے معاملات باہمی مشورے سے طے کرتے ہیں، جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ خرچ بھی کرتے ہیں اور جب ان پر ظلم ہو تو بدلہ لیتے ہیں۔ لیکن بدلہ لینے کے لیے بھی انصاف سے کام لیتے ہیں یعنی حق سے تجاوز نہیں کرتے۔

خالق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے:(49)

یہاں کائنات کی تخلیق کو بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت خلق میں کوئی اور شریک نہیں۔ انسانیت کی تخلیق کو بھی بیان کیا کہ اولاد دینا، کسی کو لڑکی دینا یا لڑکا دینا، یا لڑکا لڑکی دونوں دینا یا کچھ بھی نہ دینا اس میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا کوئی عمل دخل نہیں، حتیٰ کہ ماں باپ جو اپنی اولاد کی پیدائش کے لیے ظاہری سبب بنتے ہیں انہیں بھی اس میں کوئی اختیار نہیں۔
قرآنی ترتیب میں لڑکی کا اللہ تعالیٰ نے پہلے ذکر کیا ہے۔ اگر کسی کے ہاں پہلی اولاد لڑکی کی صورت میں ہو تو وہ قرآنی ترتیب کے مطابق بھی ہوگی اور مبارک بھی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا انسان سے ہم کلام ہونے کا طریقہ:(51)

مشرکین؛ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ ہم آپ پر کیسے ایمان لائیں؟ آپ اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ کلام نہیں کرتے جس طرح موسیٰ علیہ السلام

نے اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ کلام کیا تھا۔ یہاں مشرکین کی اس بات کی تردید کی گئی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پردے کے پیچھے سے کلام کیا۔ دنیا میں کسی انسان میں یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے آمنے سامنے کلام کرے۔ ہاں البتہ جب بات کرنی ہو تو تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقے کو اپنایا جاتا ہے:

[1]: وَحۡيًا یعنی الہام کے ذریعے اللہ تعالیٰ دل میں کوئی بات ڈال دیتے ہیں۔

[2]: مِنۡ وَّرَآئِ حِجَابٍ پردے کے پیچھے سے۔ یعنی کوئی صورت تو نظر نہ آئے بس آواز کانوں میں آئے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بات ہوئی۔

[3]: يُرۡسِلَ رَسُوۡلًا اور تیسرا طریقہ اللہ تعالیٰ جبرائیل امین علیہ السلام کے ذریعہ اپنا کلام اپنے پیغمبر پر بھیج دیتے ہیں۔

سورۃ الزخرف

وجہ تسمیہ:

"زخرف" سونے کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس سورۃ میں سونے کا ذکر کیا گیا ہے اسی مناسبت سے اس کا نام زخرف رکھ دیا گیا ہے۔

قرآن کریم کے واضح ہونے کا مطلب:(2)

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ قسم ہے اس کتاب کی جو بڑی واضح ہے۔ یہاں پر واضح ہونے سے مراد یہ ہے کہ بطورِ وعظ ونصیحت قرآن کریم بڑی واضح کتاب ہے۔ اس کا معنی یہ کرنا کہ قرآن کریم میں احکام بہت واضح ہیں، یہ معنی درست نہیں ہے۔ کیونکہ اگر احکام واضح ہوتے تو استنباط اور اجتہاد کی ضرورت نہ ہوتی، حالانکہ احکام کے لیے استنباط اور اجتہاد کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح ان آیات میں بھی اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے جن میں ابہام یا اجمال ہوتا ہے یا دو آیات آپس میں بظاہر متعارض ہوتی ہیں۔

مشرکین کی قابلِ نفرت سوچ:(17،16)

مشرکین فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ثابت کرتے ہیں؛ حالانکہ مشرکین کی اپنی حالت یہ ہے کہ اگر ان کے ہاں بیٹی پیدا ہو تو ان کے چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں، لوگوں سے منہ چھپاتے پھرتے ہیں اور اسے زندہ در گور کرنے کی تدبیریں سوچنے لگتے ہیں۔ یہ کتنی قابل نفرت اور غلط سوچ ہے۔ جس چیز کو تم اپنے لیے ناپسند کرتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کیسے ثابت کرتے ہو؟

مشرکین کے دعویٰ کی تردید:(26)

گزشتہ آیات میں تھا کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی جاتی تو وہ اپنے دین کو صحیح سمجھتے ہوئے کہتے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم کے مطابق ٹھیک راستے پر جا رہے ہیں۔

یہاں سے ان کے اس غلط دعوے کی تردید ہو رہی ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن و سنت اور قطعی عقائد کے معاملے میں باپ دادا کی تقلید غلط طریقہ ہے۔ اگر باپ دادوا کے پیچھے چلنا ہی تھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام؛ جو ابوالانبیاء ہیں، جنہوں نے شرک سے کھلم کھلا بیزاری اور براءت کا اعلان کیا تھا؛ ان کے پیچھے کیوں نہیں چلتے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اپنی اولاد میں یہی کلمہ توحید چھوڑا تھا، تم شرک پر کیوں چل رہے ہو؟

مشرکین کی غلط سوچ اور اس کی تردید:(31)

مشرکین کہتے کہ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے اتارنا تھا تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی پر اتارا جاتا جس کے پاس مال و دولت خوب ہوتا۔ مشرکین کی سوچ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاصہ (نبوت) غریب آدمی کو نہیں بلکہ امیر آدمی کو ملنی چاہیے تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں اس کا جواب دیا: تم نبوت کو تقسیم کرتے ہو کہ نبوت فلاں کو ملنی چاہیے فلاں کو نہیں ملنی چاہیے۔ نبوت تو رحمتِ خاصہ ہے؛ دنیا کی روزی رحمتِ عامہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی وقعت ہی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی تقسیم کا اختیار تمہیں نہیں دیا۔ نبوت تو بہت اعلیٰ درجے کی چیز ہے اس کی تقسیم کا اختیار تمہیں کیسے دیں گے!

ذکر اللہ کو چھوڑنے کا نقصان:(36)

جو شخص ضد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو چھوڑ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی بات کو نہیں مانتا تو اللہ تعالیٰ اس پر شیطان کو مسلط فرما دیتے ہیں۔ پھر وہ شیطان اسے نیکی کی طرف نہیں آنے دیتا۔ شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور اس کو سیدھے راستے سے ہٹاتا ہے۔ وہ بندہ یہ سمجھتا ہے کہ میں ہدایت پر ہوں حالانکہ وہ ہدایت پر نہیں ہوتا۔

سابقہ انبیاء علیہم السلام سے پوچھنے کا مطلب:(45)

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلے انبیاء علیہم السلام سے پوچھنے کا مطلب یہ ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کے صحیفوں اور کتابوں کا جو کچھ حصہ باقی ہے اس میں آپ دیکھیں۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ لیلۃ المعراج میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اس وقت پوچھیں کہ کیا کبھی بھی ہم نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟

سورۃ الدخان

وجہ تسمیہ:

"دخان" عربی میں دھویں کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس سورۃ میں دھویں کا ذکر ہے اسی وجہ سے اس کا نام دخان رکھا گیا ہے۔

لیلہ مبارکہ سے کیا مراد ہے؟(3)

قرآن کریم کو ہم نے برکت والی رات میں نازل فرمایا ہے کیونکہ ہم لوگوں کو ڈرانے والے ہیں۔ لیلہ مبارکہ؛ برکت والی رات سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ کیونکہ سورۃ القدر میں صراحت کے ساتھ قرآن کریم کا لیلۃ القدر میں نازل ہونا منقول ہے۔ تو اس سے لیلہ مبارکہ کی تعیین ہو رہی ہے۔ "اَنۡزَلۡنٰہُ" اس کا مطلب یہ ہے کہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر پورا قرآن کریم ایک ہی مرتبہ نازل کیا گیا ہے۔ پھر آسمان دنیا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر 23 سال تک تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔

"دخان" سے کیا مراد ہے؟(10)

اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی مسلسل مخالفت اور اسلام دشمنی کی وجہ سے بد دعا کی تو مکہ پر سخت قحط پڑا اور قحط اتنا شدید تھا کہ لوگ ہڈیاں اور مردار کھانے پر مجبور ہو گئے۔ لوگ آسمان کی طرف دیکھتے تو بھوک کی وجہ سے انہیں دھواں نظر آتا تھا۔ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اگر آپ دعا کریں اور قحط ختم ہو جائے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو قحط ختم ہو گیا لیکن وہ ایمان پھر بھی نہیں لائے۔

فرعون کی تباہی:(17)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو میرے حوالے کر دو کیونکہ میں امانت دار پیغمبر بن کر تمہاری طرف آیا ہوں۔ فرعون نے بجائے ماننے کے الٹا موسیٰ علیہ السلام کو قتل کی دھمکیاں دیں۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے حواریوں کو سمندر میں غرق کر دیا۔

اہل جہنم کا کھانا:(44،43)

یہاں سے اہل جہنم کے کھانوں کا ذکر ہے۔ انہیں جہنم میں کھانے کے لیے زقوم کا درخت ملے گا جس کی شکل تلچھٹ جیسی ہو گی تو ان کے پیٹ میں ہنڈیا کی طرح ابال شروع ہو جائے گا، یہ درخت شکل سے بھی بے کار ہو گا اور ذائقے کے اعتبار سے بھی ٹھیک نہیں ہو گا۔

اہل جنت کے لیے انعامات:(52،51)

گزشتہ آیات میں جہنمیوں کی خوراک کا ذکر تھا۔ یہاں سے متقین کے انعامات کا ذکر ہے کہ متقین ایسی جگہ پر ہوں گے جو امن والی ہو گی، باغات میں ہوں گے اور چشموں میں ہوں گے۔ باریک ریشم بھی پہنیں گے اور موٹا ریشم بھی پہنیں گے، آمنے سامنے بیٹھیں گے۔ خوب صورت آنکھوں والی حوروں سے ہم ان کی شادیاں کرائیں گے۔ اللہ کریم مجھے بھی جنت کی خوشیاں نصیب کریں اور آپ سب کو بھی نصیب کریں۔

سورة الجاثیہ

وجہ تسمیہ:

"جاثیہ "کا عربی میں معنی ہے گھٹنوں کے بل بیٹھنا۔ چونکہ اس سورۃ میں قیامت کی ہولناکی کو بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن لوگ خوف کی وجہ سے گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے؛اسی وجہ سے اس کا نام جاثیہ رکھ دیا گیا ہے۔

دلائل توحید وقدرتِ باری تعالیٰ:(3)

یہاں شروع میں اللہ تعالیٰ نے دلائلِ توحید وقدرت بیان فرمائے ہیں اور طرز میں تنوع رکھا ہے، الگ الگ طرز اختیار فرمایا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں ایمان

والوں کے لیے دلائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں یقین رکھنے والوں کے لیے دلائل ہیں۔ دن اور رات کے آنے جانے میں اور جو رزق خدا نے آسمان سے اتارا اور اس کے ذریعے زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا، اور ہواؤں کے چلنے میں عقلمندوں کے لیے دلائل ہیں۔

گویا یہاں تین قسم کے لوگ ہوئے:

[1]: جو ایمان لاچکے ہیں۔

[2]: جو ایمان تو نہیں لائے لیکن ان کو دلائل پر یقین ہے اسی وجہ سے ایمان بھی لے آئیں گے۔

[3]: نہ ایمان لائے اور نہ ہی دلائل پر یقین رکھتے ہیں لیکن ان کے پاس عقل سلیم ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ یہ یقین کرکے ایمان لے آئیں گے۔

یہ تینوں کامیاب ہوں گے۔

شریعت؛عقائد اور مسائل کا نام:(18)

گزشتہ آیات میں بنی اسرائیل کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کتاب، حکومت، نبوت، پاکیزہ روزی اور کھلے کھلے احکام دیے تھے۔ اس کے باوجود وہ حسد وضد کی وجہ سے آپس کے اختلاف میں پڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے۔ اب یہاں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہو رہا ہے کہ اے میرے پیغمبر! ہم نے آپ کو دین کی ایک خاص شریعت پر رکھا ہے لہذا اسی کی پیروی کرنا اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلنا جو حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔

شریعت بنیادی طور پر دو چیزوں کا نام ہے: عقائد اور مسائل۔ عقائد میں گزشتہ انبیاء علیہم السلام اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ مسائلِ شریعت ان کے الگ تھے اور ہمارے الگ ہیں۔ کبھی ایسا

بھی ہوتا ہے کہ ان کی شریعت کا جو مسئلہ ہوتا ہے وہی مسئلہ ہماری شریعت کا بھی ہوتا ہے۔ یہ اس وقت ہے جب ان کی شریعت کے مسائل کو منسوخ نہ کیا گیا ہو۔ ان کی شریعت کے وہ مسائل جنہیں منسوخ کر دیا گیا ہو وہ ہماری شریعت کے مسائل نہیں ہوں گے۔

نسخ مسائل میں ہوتا ہے عقائد میں نہیں ہوتا کہ کل عقیدہ اور ہو اور آج عقیدہ اور ہو۔ اس لیے عقائد میں اختلاف نہیں ہے، صرف مسائل میں ہے۔

قیامت کی ہولناکی:(27)

قیامت کے دن مختلف مراحل سے گزرنا پڑے گا ایک مرحلہ ایسا بھی آئے گا کہ لوگ وہاں کے ہولناک مناظر دیکھ کر گھٹنوں کے بل گر جائیں گے اور انہیں نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ دنیا میں کیے ہوئے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ انبیاء علیہم السلام اور بہت سارے صلحاء رحمہم اللہ بھی گھٹنوں کے بل بیٹھیں گے لیکن ان کا بیٹھنا اتنے کم وقت کے لیے ہو گا جو نہ ہونے کے برابر ہو گا۔ یا پھر ان کے بیٹھنا خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وجہ سے ہو گا۔

پارہ نمبر:26

سورۃ الاحقاف

وجہ تسمیہ:

"احقاف "ریت کوٹیلے کو کہتے ہیں۔چونکہ اس سورۃ میں قوم عاد کا ذکر ہے جو ریت کے ٹیلوں کے پاس آباد تھی،اسی وجہ سے اس سورۃ کا نام "احقاف "رکھ دیا ہے۔

قرآن کریم کی حقانیت:(8)

کفار و مشرکین کا الزام یہ تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)نے یہ قرآن اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔انہیں جواب دیا جارہا ہے کہ "اگر میں نے اسے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے تو تم مجھے اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بالکل بھی نہیں بچا سکو گے "یعنی اللہ تعالیٰ کا طریقہ اور دستور یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی چیز کی نسبت کرے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو دنیا میں ہی ذلیل ورسوا فرمادیتے ہیں۔بالفرض میں نے یہ اپنی طرف سے گھڑا ہے تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے مجھے کوئی بھی نہیں بچا سکے گا۔معلوم ہوا کہ یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔

اہل کتاب قرآن پر ایمان لائیں گے:(10)

اس آیت میں ایک تو یہ پیشین گوئی کی جارہی ہے کہ اہل کتاب میں سے کچھ حضرات (عبد اللہ بن سلام،عدی بن حاتم رضی اللہ عنہما وغیرہما) قرآن کریم پر ایمان لائیں گے اور گواہی دیں گے کہ اسی جیسی کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی نازل ہوئی تھی۔مشرکین کو تنبیہ بھی کی جارہی ہے کہ اہل کتاب میں سے اہل ایمان قرآن کریم پر بھی ایمان لاکر تم پر سبقت لیے جارہے ہیں اور تم غرور و تکبر میں پڑے ہو۔

حقوق الوالدین:(15)

یہاں اولاد کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا تھا کہ والدین اسلام لے آتے اور اولاد کفر پر ہوتی۔ بعض دفعہ اولاد اسلام قبول کرلیتی مگر والدین کفر پر بر قرار رہتے اور بعض مرتبہ اپنی مسلمان اولاد پر تشدد بھی کرتے۔ تو یہاں اولاد کو سمجھایا جارہا ہے کہ والدین جیسے بھی ہوں، ان کے حقوق کا خیال رکھو۔ البتہ کفر، غلط عقائد اور گناہ کے کام میں ان کی اطاعت نہ کرنا۔

قوم عاد کو توحید کی طرف دعوت:(21)

توحید اسلام کے بنیادی عقائد میں سے پہلا عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ تمام انبیاء علیہم السلام کے درمیان متفق علیہ رہا ہے۔ قوم عاد جو یمن کے علاقے میں آباد تھی، حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی طرف مبعوث کیا گیا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بھی دیگر انبیاء کی طرح اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی۔ لیکن انہوں دعوت قبول کرنے سے انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کرکے انہیں ہلاک کردیا۔

جنات کا اسلام قبول کرنا:(29)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل طائف کو تبلیغ کرکے واپس مکہ تشریف لاتے ہوئے مقام نخلہ پر فجر کی نماز کی ادائیگی میں تلاوت فرمارہے تھے۔ جنات کی ایک جماعت وہاں سے گزر رہی تھی وہ ایک دوسرے کو خاموش کرواکر قرآن کریم سننے کے لیے رک گئے۔ اسلام بھی قبول کرلیا اور اپنی قوم کے لیے داعی بنے۔ پھر وقتاً فوقتاً کئی وفود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور اسلام قبول کرتے رہے۔

امام الانبیاء کو صبر کی تلقین:(35)

گزشتہ آیت میں تھا کہ آپ طائف سے واپس آرہے تھے جب جنوں کی

ایک جماعت نے قرآن کریم سنا۔ اہل طائف نے آپ کو تکلیفیں پہنچائیں۔ اب یہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین کی جارہی ہے کہ آپ ان کی تکلیفوں پر صبر کریں جس طرح اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا۔

سورۃ محمد

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی لیا گیا ہے۔ اس لیے اس سورۃ کا نام "محمد" رکھا گیا ہے۔

کفار اور مؤمنین کے نتائج: (1،2)

کافروں نے دو کام کیے ہیں: پہلا: انہوں نے خود بھی کفر اختیار کیا۔ دوسرا: دیگر لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا۔ نتیجتاً اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع فرمادیے۔ جبکہ ان کے مقابلے میں اہل ایمان؛ ایمان لائے، نیک اعمال کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ نازل ہوا اس کو دل و جان سے مانا۔ نتیجتاً اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کو معاف فرمادیا اور ان کے احوال اور دلوں کی بھی اصلاح فرمادی۔

جنگی قیدیوں کے متعلق احکامات: (4)

اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ قیدیوں کے بارے دو اختیار ہیں؛ فدیہ لے کر آزاد کر دیں یا بغیر فدیہ لیے آزاد کر دیں۔ جب بدر کے موقع پر کفار کے ستر آدمی گرفتار ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی اکثریت کے مشورہ سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے ناراضی کی اظہار فرمایا تھا۔ جبکہ یہاں فدیہ لے کر چھوڑنے کا اختیار دیا جارہا ہے۔

مذکورہ دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ اصل حکم یہ ہے کہ کفار کی طاقت کو

کچل کر ختم کرنا ہے۔ چونکہ غزوہ بدر میں فدیہ لے کر چھوڑنے کا مطلب یہ بن رہا تھا کہ ان کی طاقت کو اچھے طریقے سے کچلے بغیر رہا کیا جا رہا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ناراضی کا اظہار فرمایا۔ بعد میں جب مسلمان اور اسلام طاقتور اور کفار کمزور ہو گئے تو پھر اس آیت والا حکم دے دیا گیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسلمان حاکم کو قیدیوں کے متعلق چار قسم کے اختیار حاصل ہیں:

1: جب لوگ قیدی ہو جائیں چاہے تو ان کو قتل کر دے۔

2: ان کو غلام بنا دے۔

3: فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دے، اور فدیہ میں پیسے بھی ہیں اور قیدیوں کا تبادلہ بھی ہے یا فدیہ میں کوئی بھی چیز رکھ لیں۔

4: فدیہ کے بغیر آزاد کریں اور کچھ بھی نہ لیں۔

اہل جنت کے لیے انعامات:(15)

گزشتہ آیات میں جہاد و قتال کا بیان تھا۔ اب جنتیوں کے انعامات کو بیان کیا جا رہا ہے۔ دوسرے انعامات کے علاوہ اللہ تعالیٰ چار قسم کی نہریں بھی عطا فرمائیں گے: پانی کی نہر جو بالکل صاف ہو گی۔ دودھ کی نہر جس کا ذائقہ تبدیل نہیں ہو گا۔ شراب کی نہر جو لذت والی ہو گی، کڑوی نہیں ہو گی، بدبودار نہیں ہو گی۔ شہد کی نہر جو بالکل صاف ستھری ہو گی۔

مؤمنین اور منافقین کے درمیان فرق:(20)

اہل ایمان یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مخلص تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے ساتھ ان کے عشق کی انتہا تھی، تو یہ انتظار میں رہتے تھے کہ کوئی نئی سورت نازل ہو تا کہ ہمارا ایمان تازہ ہو اور جہاد کی اجازت بھی مل جائے۔

منافقین بھی زبانی طور پر یہی بات کہہ دیتے ہوں گے۔ جب کوئی سورۃ نازل ہوتی اور اس میں جہاد کا بھی ذکر ہوتا تو منافقین کی حالت (خوف کی وجہ سے) اس شخص کی طرح ہو جاتی جس پر موت کی غشی طاری ہو چکی ہو۔

کفار کے لیے وعید:(32)

اس وعید کا مصداق ہر وہ کافر ہے جو شریعت کے راستے سے روکتا ہے لیکن بطور خاص اس سے مراد بنو قریظہ اور یہود ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے مسلمانوں کے خلاف مشرکین مکہ کی بہت مدد کی تھی۔ ان کے اعمال تباہ وبرباد ہو جائیں گے یعنی آخرت میں انہیں کوئی ثواب نہیں ملے گا۔

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں:(38)

پہلے اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کا حکم دیا، اب اللہ تعالیٰ اپنی شانِ بے نیازی بیان فرما رہے ہیں کہ ہمیں تمہارے اموال کی ضرورت نہیں یعنی اس کا فائدہ تمہیں ہی ہونا ہے۔ بلکہ تم خود بھی اگر تبدیل ہو گئے تو تمہاری جگہ ہم اور لوگوں کو لائیں گے جو تمہاری طرح نہیں ہوں گے بلکہ وہ ہماری مکمل اطاعت کریں گے اور ہمارے حکموں کو مانیں گے۔

سورۃ الفتح

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ میں فتح مکہ کا ذکر ہے۔ پہلی آیت میں لفظ فتح موجود ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام "فتح" رکھا گیا ہے۔

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝١﴾

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

ساتھ عمرہ کریں اور آپ نے خواب بھی دیکھا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ چنانچہ سن 6 ہجری کو آپ عمرہ کرنے کے لیے اپنی جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مشرکین کی رکاوٹ کی وجہ سے حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک کھلی فتح عطا فرمادی۔ جو سن 8 ہجری کو فتح مکہ کی صورت میں پوری ہوئی۔

عصمت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم:(2)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح دیگر تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ یہاں "ذنب" سے مراد گناہ نہیں بلکہ اجتہادی لغزش اور بھول چوک ہے۔

فتح اور مغفرت میں جوڑ:

"ذنب" کا ایک معنی الزام ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مکی اور مدنی زندگی میں جن لوگوں نے الزام لگائے تھے، اس کھلی اور شاندار فتح کی وجہ سے وہ آپ کے معتقد و موافق بن جائیں گے۔ اب وہ الزام کی بجائے آپ کی مدح کریں گے۔

بیعت رضوان:(10)

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جماعت کے ساتھ عمرہ کے لیے جا رہے تھے تو حدیبیہ کے مقام پر مشرکین کی طرف سے رکاوٹ ڈالی گئی۔ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ بھیجا کہ مشرکین کو اطلاع کریں کہ ہم صرف عمرہ کرنا چاہتے ہیں اور کوئی مقصد نہیں۔ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ میں شہید کر دیے گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثاروں سے بیعت (رضوان) لی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لیے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

"ید" اللہ تعالیٰ کی صفت اور متشابہات میں سے ہے جس کا حقیقی معنی اللہ

تعالیٰ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں۔ہاں البتہ متأخرین حضرات درجہ ظن میں اس کا معنی قدرت کرتے ہیں۔

منافقین کے حیلے بہانے:(11)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ کے سفر پر جانے لگے تو حضرات صحابہ کرام تو پہلے ہی سے تیار تھے۔لیکن منافقین کے دل میں یہ تھا کہ اگر ہم عمرہ کے لیے مکہ گئے تو قتل ہو جائیں گے، واپس نہیں آسکتے جبکہ زبان سے یہ کہتے ہیں کہ ہماری مجبوری تھی، کچھ مصروفیت تھی اس لیے ہم نہیں جاسکے۔تو ان کی زبان پر کچھ اور ہے اور دل میں کچھ اور۔

شرکاء بیعتِ حدیبیہ سے رضا کا اعلان:(18)

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں شریک تھے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعتِ حدیبیہ کی جسے بیعتِ رضوان بھی کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان تمام شرکاء سے غزوہ بدر کے شرکاء کی طرح اپنی رضا کا اعلان فرمادیا ہے۔وَ اَثَابَهُمۡ فَتۡحًا قَرِیۡبًا سے مراد فتح خیبر ہے جو حدیبیہ سے واپسی کے بعد حاصل ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بہت سارا مال غنیمت بھی عطا فرمایا جس سے معاشی خوش حالی حاصل ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ:(24)

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حدیبیہ سے مکہ گئے تھے ادھر سے مشرکین نے 50 آدمی بھیج کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کرنے کی ناکام کوشش کرنا چاہی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان افراد کو مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار کروادیا۔ادھر مشرکین نے حضرت عثمان اور آپ کے ساتھیوں کو مکہ میں روک لیا۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان پچاس افراد کو قتل کرنے سے مسلمانوں کے ہاتھوں کو روک دیا۔ادھر

مشرکین کے دل میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا وہ بھی حضرت عثمان اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرنے سے رک گئے اور صلح پر آمادہ ہو گئے۔

خواب کا ذکر:(27)

نبی کا خواب وحی ہوتا ہے۔ یہاں سے اس خواب کا ذکر ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سفر پر جانے سے پہلے دیکھا تھا کہ ہم عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر سن 6 ہجری کے بجائے 7 ہجری کو پوری ہوئی آپ نے اپنی جماعت کے ہمراہ امن وسکون کے ساتھ عمرہ کی ادائیگی فرمائی۔

غلبہ برہانی اور غلبہ عملی:(28)

وہی ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے اور اس کی گواہی کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔

غلبہ کی دو قسمیں ہیں:

[1]: ایک ہے غلبہ برہانی

[2]: ایک ہے غلبہ عملی۔

غلبہ برہانی یعنی دلیل کے ساتھ تمام ادیان پر دینِ محمد کا غالب ہونا؛ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہو چکا ہے اور

غلبہ عملی؛ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں ہو چکا ہے اور پورے کرہ ارض پر غلبہ عملی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ہو گا، ان شاء اللہ العزیز۔

محمد رسول اللہ:(29)

صلح نامہ میں مشرکین نے اپنی ضد اور تکبر کی وجہ سے "محمد رسول اللہ" لفظ رسول اللہ لکھوانے سے انکار کیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں "محمد رسول اللہ"

کو نازل فرما کر قیامت تک کے لیے اس کو مستقل حصہ بنادیا۔ محمد پیغمبر کی ذات کو کہتے ہیں۔ رسول پیغمبر کی بات کو کہتے ہیں۔ پیغمبر کی ذات بھی محفوظ ہے۔ پیغمبر کی بات بھی محفوظ ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صفات:(29)

جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں وہ کفار کے مقابلے میں سخت ہیں، آپس میں نرم ہیں، تم دیکھو گے کہ وہ رکوع کرتے ہیں، سجدے کرتے ہیں، اللہ کا فضل اور اللہ کی خوشنودی تلاش کرتے ہیں۔ کثرتِ سجود کی وجہ سے ان کے چہرے پر نشان نظر آتے ہیں۔ ان کے اوصاف تورات و انجیل میں بھی بیان کیے گئے ہیں۔ ان کی مثال ایسے ہے جیسے کھیتی ہو، جس نے پہلے تو اپنی کونپل نکالی ہو، پھر اس کو مضبوط کیا ہو، پھر تھوڑی سی موٹی ہوئی ہو، پھر اپنے تنے کے سہارے کھڑی ہوئی ہو کہ کسان اس کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اس لیے کرتے ہیں کہ اس سے کافروں کا دل جلے۔

سورۃ الحجرات

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ میں حجرات یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رہائشی حجروں کے پیچھے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دینے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام حجرات رکھ دیا گیا ہے۔

مجلس نبوی کے آداب:(1)

سورۃ کی شروع والی آیات میں مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب کو بیان کیا جارہا ہے کہ جن معاملات کا فیصلہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنا ہو اور ان معاملات میں آپ نے مشورہ بھی طلب نہ کیا ہو تو ان میں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے

آگے بڑھنا اور پھر اس میں بحث و مباحثہ کرنا خلافِ ادب ہے۔ جیسے قبیلہ تمیم کے وفد کے امیر بنانے کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے پہلے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے مابین بحث ہوئی تھی۔ اس وقت یہ ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کریں(یہ حکم جس طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھا اسی طرح آپ کی وفات کے بعد آج بھی مسجد نبوی کی حدود میں یہی حکم ہے) کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں۔

خبر کی تحقیق کرنے کا حکم:(6)

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں عام طور پر ایک واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو مصطلق کے پاس زکوٰۃ کی وصولی کے لیے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو قبیلہ والے ان کے استقبال کے لیے بستی سے باہر آگئے۔ انہیں غلط فہمی ہوئی کہ شاید یہ لوگ لڑنا چاہتے ہیں کیونکہ اس قبیلہ کے لوگوں کے ساتھ پہلے ان کی عداوت تھی۔ یا پھر غلط فہمی کی وجہ یہ بنی کہ وہاں پر کسی شریر شخص نے انہیں یہ کہا کہ یہ لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ ایک روایت (جسے مفسر ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے) میں یہ بھی ہے کہ شیطان نے انسانی شکل میں آکر انہیں بتایا کہ وہ لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ فحدثه الشیطان انهم یریدون قتله بہرحال کوئی وجہ بھی ہو، چاہے آپ کی غلط فہمی ہو، شریر شخص نے بتلایا ہو یا شیطان نے انسانی روپ دھار کر بتایا ہو۔

آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس لوٹے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سارا معاملہ بیان کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو یہ محبوبانہ تنبیہ فرمائی گئی کہ جب فاسق (شریر انسان یا شیطان) نے

آپ کو غلط خبر دی تو آپ کو چاہیے تھا کہ آپ اس کی تحقیق کرتے۔

آیت میں فاسق سے مراد صحابی رسول حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ وہ شریر انسان یا شیطان ہے۔ اور صحابی کو ازروئے محبت یہ سمجھایا جارہا ہے کہ ان معاملات میں تحقیق کیا کرو۔ یہ صحابی سے محبت کا معاملہ ہے کہ ان کی غلط فہمی کی اصلاح کی جارہی ہے۔ گویا اس آیت میں صحابی کی مدح بیان کی گئی ہے۔

اوراس آیت میں ایک ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی فاسق ایسی خبر دے جس کی تحقیق (دینی یا دنیاوی اعتبار سے) ضروری ہو تو وہاں تحقیق کر لیا کرو۔ آیت میں کسی صحابی کو فاسق نہیں کہا جارہا۔

آداب معاشرت:(11)

[1]: کوئی مرد کسی مرد کا مذاق نہ اڑائے۔

[2]: نہ ہی کوئی عورت کسی عورت کا مذاق اڑائے۔

[3]: ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیں۔

[4]: ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکاریں۔

[5]: بدگمانی نہ کریں۔

[6]: کسی کے عیب تلاش نہ کریں۔

[7]: کسی کی غیبت نہ کریں۔

سورۃ ق

وجہ تسمیہ:

"ق" حروف مقطعات میں سے ہے جس کا معنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

اس سورۃ میں زیادہ تر عقیدہ آخرت کو دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

بعث بعد الموت کا اثبات:(4)

ابتدائی آیات میں منکرین آخرت کے اعتراض کا جواب دیا جارہا ہے۔ ان کا اعتراض یہ تھا کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے جسم کے تمام حصوں کو مٹی کھاجائے گی ان کو دوبارہ جمع کیسے کیا جائے گا؟ انہیں جواب دیا گیا کہ زمین جن حصوں کو گھٹادے گی ان کا ہمارے پاس پورا علم ہے اور ہمارے پاس کتاب میں سب کچھ محفوظ ہے۔

منکرینِ انبیاء کا کچھ تذکرہ:(12،13)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو تسلی دی ہے کہ یہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو اس سے پہلے بھی نوح علیہ السلام کو جھٹلایا گیا۔ کنویں والی قوم نے اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ قوم ثمود نے بھی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ قوم عاد نے بھی جھٹلایا۔ قوم فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور قومِ لوط نے بھی جھٹلایا۔

کراماً کاتبین:(17)

قیامت کے دن ہر انسان کا اعمال نامہ بطور حجت اس کے سامنے پیش کیا جائے گا تاکہ وہ خود دیکھ لے کہ دنیا میں کیا کر کے آیا ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے مقرر فرمائے ہوئے ہیں ایک انسان کے دائیں کندھے پر اور ایک انسان کے بائیں کندھے پر موجود ہے وہ جو بھی کام کرتا ہے اسے لکھ لیتے ہیں۔

جہنم سے سوال اور اس کا جواب:(30)

اس وقت کو بھی یاد رکھو جب ہم جہنم سے کہیں گے کہ کیا تمہارا پیٹ بھر گیا ہے؟ تو وہ کہے گی: کیا کچھ اور بھی ہے؟ جہنم سے یہ سوال صرف تحدیداً اور زجر کے لیے ہو گا کہ جو لوگ پہلے سے جہنم میں ہوں گے تو اس سے ان پر خوف طاری ہو جائے گا۔

متقین کا انعام:(31)

گزشتہ آیت میں جہنم اور اہل جہنم کا تذکرہ تھا۔ اب یہاں سے اہل جنت کا تذکرہ ہے کہ جنت کو متقین کے بالکل قریب کر دیا جائے گا اور یہ بالکل بھی دور نہیں ہو گی۔ یہ چیز ہر اس بندے کے لیے ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہو اور اپنی حفاظت کرنے والا ہو۔

فریضہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم:(45)

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ صرف لوگوں تک نصیحت کو پہنچا دینا ہے لوگوں کو منوانا نہیں۔ بس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا فریضہ ادا فرمادیں۔ جس کے دل میں آخرت کے دن اور اللہ تعالیٰ کا خوف ہو گا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کر لے گا۔

سورة الذٰریٰت

یہ سورۃ پارہ نمبر 26 کے آخر سے شروع ہو رہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ کچھ پارہ نمبر 26 میں ہے، کچھ پارہ نمبر 27 میں۔

چار قسم کی مخلوق کی قسم:(1،2،3،4)

﴿وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا﴾ قسم ہے ان ہواؤں کی جو گرد و غبار کو اڑاتی ہیں۔

﴿فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا﴾ قسم ہے ان بادلوں کی جو بوجھ اٹھاتے ہیں۔

﴿فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا﴾ قسم ہے ان کشتیوں کی جو آسانی سے چلتی ہیں۔

﴿فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا﴾ قسم ہے ان فرشتوں کی جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے چیزیں تقسیم کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مخلوق کی قسمیں کھائیں تو اس سے یا تو قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے یا پھر قسموں کے بعد والی چیز (قیامت ضرور آئے گی) پر قسموں کو دلیل بنانا مقصود ہوتا ہے۔

مؤمنین متقین کی صفت:(19)

مؤمنین کے اموال میں مانگنے والوں اور محروم لوگوں کا حق ہوتا ہے۔ بعض محتاج وہ ہیں جو مانگتے ہیں، بعض محتاج وہ ہیں جو مانگتے نہیں۔ تو مؤمنین متقین کی صفت یہ ہے کہ مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں؛ دونوں کو دیتے ہیں۔